رنگ جب محشر میں لائے گی تو اڑ جائے گا رنگ
دیکھئے سرخی خونِ شہیداں کچھ نہیں

# شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی

شہید بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء

حضرت شاہ [illegible] کا ارشاد گرامی ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

تالیف: پروفیسر علامہ خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی

شائع کردہ: مکتبہ دار المعارف، اردو بازار لاہور

اشاعت اوّل ............ ۱۹۶۵ء

اشاعت دوم ............ ۱۹۶۸ء

اشاعت سوم ............ ۱۹۷۰ء

اشاعت چہارم ............ ۱۹۷۹ء

تعداد ............ ۱۰۰۰

ناشر ............ دارالمعارف

اردو بازار لاہور

ENGLAND

19-CHORLTON TERRACE UPPERBROOK

STREET MANCHESTER.13 ENGLAND

16 WOODSTOCK ROAD BIRMINGHAM.12



کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت کوئی شخص اس کتاب کو

بغیر مصنف کی اجازت کے دوبارہ شائع کر سکتا ہے نہ ہی

ترجمہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے کسی حصہ ... کو

... اس کتاب کو ... نقل کر سکتا ہے

جملہ حقوق ... اس کتاب کے حقوق اشاعت ادارہ دارالمعارف ...

کے نام محفوظ ہیں۔ بغیر اجازت کوئی صاحب شائع نہ فرمائیں۔ مؤلف

# پیش لفظ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

## تاریخی پس منظر

ہندوستان میں اورنگ زیب عالمگیر کے بعد مسلمانوں کی سلطنت زوال کی طرف جا رہی تھی اور مسلم حکمران خود کشتار ہو گئے تھے وہ بھی آہستہ آہستہ انحطاط کا شکار ہو چکے تھے۔ مغل فوج برائے نام رہ گیا تھا اور انگریز پرست جاگیر دار ہو چکے تھے بہت سے والیانِ ریاست نے محض اس لیے کہ ان کے اسباب عیش و عشرت باقی رہیں انگریز کی چوکھٹ پر سر رکھ دیا تھا اور مسلمان اپنی روایات سے بہت دور ہٹ گئے تھے۔ جن مسلم قوتوں نے اس بجھتے ہوئے چراغ میں اپنا خون جلایا ان میں سلطان ٹیپو شہید میسور کی آخری کرن تھے۔ ان کے بعد کوئی مسلم سلطنت ایسی نہ رہی تھی جس سے قوم کی عظمت رفتہ کی کوئی جھلک باقی ہو۔ مسلمانوں پر ایسی حالت تھی اور غیر مسلموں کا اقتدار سیلاب کی طرح بڑھ رہا تھا۔ پنجاب پر سکھوں کا راج ہو گیا تھا اور مرہٹے جنوبی ہند میں اپنا تسلط قائم کر رہے تھے۔

## حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

مسلم زوال کے انہی تاریک لمحات میں ایک عظیم شخصیت ابھری جس نے قوم کی نبض پر ہاتھ رکھ کر قوموں کے عروج و زوال پر بہت جید بحث کی اور وقت کی اس بحث نے فلسفی انداز سے پیدا ہونے والی جوہری ہو کر رہتی ہے۔ یہ بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۷۶ھ) حجۃ اللہ البالغہ کے مصنف تھے۔ آپ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم پھر فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب میں کام کر چکے تھے اور ان کے

علم و فضل کی خاصی شہرت تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے علوم و معارف کی تجدید و تدوین سے مسلمانوں کے تن مردہ میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔ سیاسی تنزل کے دور میں علم و فکر کا ارتقا کیا اور غفلت کدہ ہند میں علم و فضل کے وہ چراغ روشن کیے جن کی تابانی آج بھی قوم کو راستہ دکھا رہی ہے۔ یہاں تک کہ اس دور میں اسلامی افکار اور مسلم روایات کا تحفظ ہی ایک ایسی زمین تھی جس پر آئندہ تحریک آزادی کی بنیاد رکھی جا سکتی تھی۔ یہ حضرت شاہ صاحب کی جرأت تھی جو جہاد بالاکوٹ میں عمل بن کر ابھری اور جدوجہد عمل بن کر ۱۸۵۷ء کے ایک نئے دور میں رنگ بھرا گیا اور تحریک خلافت میں ٹیپ کا بند بن گئی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے جو سنگ بنیاد رکھا تھا وہ آزادی کی ہر تحریک میں اپنے خون کا رنگ بھرتے رہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے جانشین قطب الارشاد شیخ الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) اپنے وقت میں پورے ہندوستان کا علمی مرکز تھے۔ آپ نے علم و عمل کی پوری قوت سے اپنے والد کی تعلیمات کو پھیلایا۔ آپ کے بھائی حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ) اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ) بھی دینی محفلوں میں آپ کے ساتھ تھے۔ یہ بزرگ علمی درسگاہوں میں تدریس، معقولی علوم اور علوم قرآنی کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ملک سے جہالت مٹاتے۔

## ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ

علم و معرفت کے اس چشمہ صافی میں ایک سیاسی لہر اٹھی۔ یہ تھا قطب الارشاد حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کا فتویٰ کہ ہندوستان دار الحرب ہے۔ اس فتویٰ کی صدائے بازگشت

کی زمین تھرا اُٹھی۔

شریعت کا شمشیر تھا حق کی صدا دی — کہ ہندوستاں کی زمیں سب ہلا دی

کہ جس نے سنا اس کو دی اک ندا دی — عدو کا قدم اپنے ہی گھر سے اٹھا دی

انگریز مطمئن ہو چکے تھے کہ اب شاید ان کے خلاف دعوت کہاں سے اُٹھے گی لیکن اتنی جلدی وہ کسی ایسے شخص کا تصور نہ کر سکتے تھے جو تمام ہندوستان کو دار الاسلام کہے اور دار الحرب کہنے والوں پر کفر کی گرد باری کرے۔ انگریز کے ذہن کو اس درجہ گرانبار کر سکے یہ کچھ وقت کی مہلت دے رکھی تھی۔

## حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ (۱۲۴۶ھ) کا خاندانی تعارف

آپ اسی خاندان ولی اللہی کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے ان بزرگوں کی صحبت میں آنکھیں کھولی تھیں جو وقت کے اولیاء کبار تھے۔ آپ قطب وقت حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے بھتیجے اور شاگرد تھے۔ ان کے سامنے ہی جوان ہوئے اور ان کے سامنے ہی تعلیم و تبلیغ کی راہوں میں قدم رکھا۔ آپ عقائد و نظریات میں اپنے خاندان کے ترجمان تھے مگر میدان جہاد میں آپ اپنے شیخ طریقت مجاہد کبیر حضرت سید احمد بریلویؒ کے ساتھ شریک تھے جنہوں نے خرقہ خلافت حضرت شاہ عبد العزیزؒ سے لیا تھا۔

دہلی کی مسند حدیث اس وقت حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے نواسے حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ کے دم سے آباد تھی۔ آپ نے حضرت شاہ صاحب کے بعد اس مسند حدیث کو زینت بخشی اور پھر خاندانی اعتماد کے ساتھ آپ نے مسند درس و تدریس کی ذمہ داری سنبھالی۔ حضرت شاہ اسمٰعیل اور حضرت شاہ محمد اسحٰق کے فضل و کمال کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ زمانہ صحت میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کی زبان پر کبھی یہ آیت جاری ہو جاتی تھی

الحمد للہ الذی وهب لی علی الکبر اسمٰعیل و اسحٰق

اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ (پ ۱۳ ابراہیم ع ۶)

(ترجمہ) سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اس بڑی عمر میں مجھے اسمٰعیل اور اسحٰق بخشے ہیں، بے شک میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔

حق یہ ہے کہ پورے ہندوستان پر اس خاندان کی علمی حکومت تھی، بزرگ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی پر تو قدح کرتے ہیں مگر اس پس منظر کو بھول جاتے ہیں کہ آپ کس خاندان کے فرد تھے اور آپ کے خانوادۂ طریقت کی کن بزرگوں کے سامنے گھٹنے ٹیکے تھے۔ اس علمی خاندان کی شان یہ تھی کہ جہاں بھی علماء کرام تھے وہ اس خاندان کے بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد تھے اور خود مارہرہ کے گدی نشین بھی اسی خاندان کا دم بھرتے تھے اور انہی سے علم کی سند لیتے تھے۔

## مارہرہ کے گدی نشینوں کا آستانۂ عقیدت

مولوی فضل رسول بدایونی جیسے شخص بھی جن کو بریلوی بزرگ مانتے ہیں سب سے پہلے اس خاندان کی مخالفت کی، ان کے پیر شاہ آلِ احمد (۱۲۳۵ھ) کو بھی شرفِ بیعت اسی گھر سے ملی تھی۔ حضرت سید آلِ احمد کے بھتیجے سید آلِ رسول (جو مولانا نقی علی خاں والد مولوی احمد رضا خاں کے پیر تھے اور مولوی احمد رضا خاں نے بھی عنفوانِ شباب میں ان سے بیعت کی تھی) آپ بھی اسی گھر سے سند یافتہ تھے[2]۔ حضرت سید آلِ رسول (۱۲۹۶ھ) نے اپنے صاحبزادے سید ابوالحسین احمد نوری کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتابوں کی سند دی تھی۔

آپ نے اپنے صاحبزادے سید ابوالحسین نوری کو ۱۲۹۶ھ میں اجازتِ سلاسل، قرآن کریم، صحاح ستہ، مصنفات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اجازت عطا کی[3]۔

---

۱ سوانح مولانا ... ص ۲۱ مطبوعہ صبح صادق پریس سیتاپور ۲ انوار العارفین ص ۴۲ صدیقی پریس بریلی مطبوعہ ۱۲۹۴ھ ۳ تاریخ ... ج ۲ ص ۱۱

بحیثیت ابوالحسین نوری جناب احمد رضا خاں کے پیر تھے۔ آپ نے حدائق بخشش میں ان[1] سے بڑی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا خاندان پورے ہندوستان میں علم و سلم کا مرکز تھا۔ مولانا غلام رسول مہر اور آزاد بھی تسلیم کرتے ہیں :

"شاہ ولی اللہ کے خاندان کا ہندوستان کے طول و عرض میں کافی اثر تھا مسلمان اس خاندان کے افراد سے عقیدت رکھتے تھے"[2]

انگریز اس خاندان کے اثر کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ کہ ہندوستان دارالحرب ہے انگریزوں کے خلاف جہاد کی آواز تھی دوسری طرف شیعہ فرقہ اس خاندان کے سخت خلاف تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب ازالۃ الخفاء اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحفہ اثنا عشریہ اس دور میں اہل السنت کے نہایت مضبوط قلعے تھے جنہوں نے عقائد اہل السنت کو سب سے بڑا اور توانائی بخشی تھی اپنے پرائے سب اس خاندان کی علمی عظمت کے قائل تھے شیعہ اور انگریزوں کے سوا کوئی نہ تھا جو اس خاندان کا دم نہ بھرتا ہو اور فقہ و حدیث میں حق و باطل اور کھرے کھوٹے کی پہچان پورے ہندوستان میں اسی خاندان کی رہین احسان تھی۔

مولوی فضل الرسول بدایونی نے گو اس خاندان کے خلاف آواز اٹھائی لیکن وہ بھی اہل السنت سے دور علاحدہ نہ بنا سکے۔ آخر کار یہ جرم مولوی احمد رضا خاں کی قسمت میں تھا اور ابھی تک ان کا دور نہ آیا تھا۔

اس وقت مسلمانوں میں پورا دینی اتحاد تھا۔ اہل سنت مسلمانوں میں باہمی تفرقہ نہ تھا سب مسلمان حنفی میں دینی اعمال میں باہم متحد و متفق تھے

## مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر قبضہ

انگریز تاجر بن کر ہندوستان میں داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ مسلمانوں کی سیاسی قوت پر چھا گئے

---

۱ حدائق بخشش حصہ اول ص۲ حصہ دوم ص۴۰ ۲ امیر البیان ص۳

آپس میں خاندان کی شان و شوکت اور سیاست تھی اور آپس میں رقیبانہ قبائلی کی عداوت تھی۔ انگریزوں نے
اس انتشار سے پورا فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر قابض ہو گئے۔ اس اجارہ قبضہ کے باعث
دینی احساسات ابھر سکتے تھے ان سے بچنے کے لیے تحریک دہلی کے مرکزی اتحاد کو توڑنا ضروری تھا۔

جن لوگوں نے مسلمانوں کے اس مرکزی اتحاد کو نقصان پہنچایا اور انگریزوں کو خوش کرنے کے
لیے ہندوستان کو دارالاسلام ٹھہرایا۔ انہوں نے شاہ عبدالعزیزؒ کے دارالحرب کے فتوے کو غلط قرار
دیا اور مولانا اسماعیل شہید کی تحریک جہاد کی مخالفت کی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں بہاریکے دو طبقے قائم
کر دیے۔ انہوں نے مسلمانوں کی کوئی خدمت نہیں کی خود اسلام پر ظلم کیا کہ اس میں تفریق کی
ایک شاہراہ قائم کر دی۔

## مسلمانوں کے علمی اقتدار پر حملہ

قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے دور میں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار
اگرچہ بچا تھا لیکن علمی اقتدار پھر بھی قائم تھا۔ جب حضرت شاہ صاحبؒ نے ہندوستان کو دارالحرب
قرار دیا تو انگریزوں نے اسی وقت مسلمانوں کے اس علمی اقتدار پر حملے کا فیصلہ کر لیا تاہم ان کو یہ ہمت
نہ ہوئی تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی عظیم شخصیت کے سامنے کسی چیلنج یا سورش کا جاری رہنا ممکن نہ تھا البتہ
ان کی وفات کے بعد ان علماء حق کے مقابلہ میں کچھ خلیفہ خواہ مولوی اور پیر کھڑے کر دیے گئے۔ علماء
کے اس دورے مقابلے کے سالار مولوی فضل رسول بدایونی تھے لیکن پھر بھی مسلمانوں میں ابھی تک
بہاریکے دو طبقے نہ بنے تھے۔ دیوبندی بریلوی ناموں کے جو اختلافات آج امت کے سامنے ہیں
وہ ان دنوں ابھی ظاہر نہ تھے۔

مولوی فضل رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ - ۱۸۵۶ء) ——— آپ پہلے شخص ہیں
جنہوں نے سب سے پہلے اس خاندان کی مخالفت کی۔ آپ کے ایک عزیز عقیدت مند بدایونی نے

اکمل التاریخ میں آپ کے سوانح حیات لکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ چونکہ آپ سرکار انگریزی کے ملازم تھے اور آپ کو انگریزوں کی زیر اثر بعض دیسی ریاستوں سے بھی وظائف ملا کرتے تھے آپ کے ذمے یہ کام تھا کہ جس طرح بھی ہو ان کے لئے ہندوستان میں دہلی کے مرکزی اقتدار کو ختم کیا جائے اور مسلمان جس طرح سیاسی طور پر طوائف الملوکی (ANARCHY) کا شکار ہیں دینی طور پر بھی مختلف گروہوں میں بٹ جائیں۔

آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے اتحاد عملی پر حملہ کیا۔ حضرت شاہ اسمٰعیلؒ اور حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ ایک طرف رہے آپ نے حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی پر بھی اپنے رنگین الزامات لگائے اور پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کی اس شوکت عملی کو تاراج کیا جائے جو ہندوستان کے مسلمانوں کا سیاسی زوال کے اس دور میں واحد دینی سہارا تھی۔

مولوی فضل رسول بدایونی اپنی کتاب البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ میں بڑی بحث کے بعد لکھتے ہیں:

"اسمٰعیل شاہ ولی اللہ صاحب کہ نبیرۂ رشید او کہ مخالف اہل السنۃ والجماعۃ است و اولاد و امجاد شاہ ولی اللہ کرامی [illegible] تصنیفات [illegible] و شائع [illegible] در پردۂ کتمان داشتند [illegible] پیدا کرد [illegible] مولوی محمد اسمٰعیل [illegible] از حکومت اسلام [illegible] رابطہ [illegible] اکثر [illegible] مشغول شدند"

ترجمہ: شاہ ولی اللہ صاحب نے جو عقیدے اہل سنت والجماعت کے خلاف [illegible] اور آپ کے لڑکوں نے جو آپ کی اس قسم کی کتابوں کو شائع اور عام نہیں کیا اور پردۂ کتمان میں رکھا [illegible] مولوی اسمٰعیل نے وقت کو اسلامی حکومت سے فارغ دیکھا اور [illegible] مسلمان [illegible]

کو اور تیز کرنے کے اس چنگاری کو جو خاک تلے دبی پڑی تھی بھڑکا دیا۔[1]

اس وقت یہ بحث نہیں کہ مولوی فضل رسول بدایونی اس طرح استدلال میں کن غلطیوں کے مرتکب ہوئے۔ اس وقت ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ مولوی صاحب کس طرح ایک ہی گھرانے میں حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت شاہ عبدالقادر، حضرت شاہ رفیع الدین، حضرت شاہ محمد اسحاق اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کی کریم شخصیتوں کو مجروح کر گئے۔ اتنی بڑی بات کے لئے کسی استناد پر یہ بنیاد ضروری تھی۔ مولوی فضل رسول صاحب نے ان حضرات کے متعلق یہ تفسیق کی بحث بھی نکالی حالانکہ یہ حضرات خود اہل تقیہ کے خلاف تھے اور صحابہ کرامؓ کی محبت میں ایک جوش رکھتے تمام کے پیرو تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتابیں ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" جس کے موضوع خود ان کتابوں کے ناموں سے ظاہر ہیں۔ ان کتابوں پر بھی انہوں نے اعتراضات کئے اور عبارات کو بگاڑ کر ان کی ایسی تشریح کی جس سے اتنا پتہ چلے کہ مسلمان دینی اعتبار سے یکجا نہیں ہیں اور ان کا مرکز بھی ٹوٹتا چلا جائے۔ ان بدایونی صاحب نے حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کی کتاب مائۃ مسائل کا رد بھی لکھا اور تصحیح المسائل اور تحقیق مسائل تجدیدہ اور ... جیسی کتابیں تصنیف کیں۔ بہت سے واقعات ایسے ہیں کہ اس مرکز علمی کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اسی خاندان دہلی کے ایک فرد تھے۔ ان کتابوں کے نام ہی ان کے لگائے ہوئے عنوان خود بتاتے ہیں کہ بدایونی صاحب کس قسم کا ذہن پیدا کرنا چاہتے تھے اور کس زبان میں بول رہے تھے۔ یہ حالات صحیح انداز کی تھی؟ یہ ہے کہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کی ان کوششوں کے نتیجے میں ... بالآخر ... دلوں پر ... یہ سب سازشیں صرف اسلام کے خلاف تھیں ...

---

[1] بوارق ص ۲۱ مولانا کے حالات کے لئے دیکھئے اکمل التاریخ جلد ۲ ص ۱۳۱ سے ص ۲۲۵

حکومت تھی مسلمانوں میں آپس میں تفرقہ پھیلا رہی تھی اور ہندوؤں کو کوشش کرنے کے سامان فراہم کیے
جا رہے تھے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی بریلوی نے عمل بالکل تقلید پر دیا کہ عبادت کیلئے ثبت نا کر ... ہے۔[1]

## مولوی احمد رضا خاں بریلوی صاحب (۱۳۴۰ھ)

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے جوان ہونے کے بعد سے اختلاف کی اس خلیج کو بڑھانا جو یہاں تک کہ پھر بدعت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے سپرد ہوئی۔ ان کی یہی پوری کوشش تھی کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں میں جھگڑا اختلاف اور تفرقہ بڑھتا رہے، انتشار پھیلتا رہے اور وہاں کے اس علمی خاندان کو اس طرح بدنام کیا جائے کہ مسلمان پھر ایک پلیٹ فارم پر کبھی جمع نہ ہو سکیں۔

انگریز ہندوستان میں DIVIDE AND RULE (تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو) کی پالیسی سے کام لے رہے تھے۔ مسلمانوں کی کامیابی کا راز اسی تفرقہ بازی میں مضمر تھا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے خصوصیت سے یہ کام کیا کہ مولانا اسمٰعیل شہید کے خلاف رسالے لکھے اور جس کے اس کام کو عام کیا بلکہ تفرقہ بین المسلمین کے اس محاذ پر اپنی زندگی کے پچاس سال لگا دیے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کا کوئی خیر خواہ اس پر افسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے اپنی زندگی آخر کس کام پر لگائی۔ آپ کے ایک معتقد مولوی بدرالدین صاحب سوانح اعلیٰحضرت کے مقدمہ میں یوں لکھتے ہیں:

"۱۲۹۵ھ[2] میں مولانا شاہ احمد رضا خاں نے نظم الفاظ کی کثرت سے کتابیں لکھیں۔ ۱۳۲۳ھ میں حرمین شریفین کے سفر میں وہاں کے علماء حرمین سے علماء دیوبند کی تحریروں کے خلاف تصدیقات حاصل کیں جن کو حسام الحرمین کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ مولانا احمد رضا خاں پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد

---

۱؎ ... مولانا اسمٰعیل دہلوی ... مطبوعہ ... ۱۲۲۸ھ

۲؎ ۱۲۹۵ سے ۱۳۴۰ تک ... سال ... تھا جو ... صاحب ... تھے۔

یہیں سے وہ جھگڑا شروع ہوا یہاں تک کہ مستقل دو مختلف مکاتب فکر وجود میں آگئے بریلوی اور دیوبندی — دونوں ہی حنفیوں کے علماء اور عوام کے درمیان مخالفت و تصادم کا یہ سلسلہ آج بھی بدستور جاری ہے۔ ؎

ایک غیر جانبدار شخص جب اس عبارت سے گزرتا ہے تو اس کے ذہن میں چند سوال ضرور ابھرتے ہیں، وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر واقعی احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی عبارات میں کوئی غلطی دیکھی تھی تو پہلے خود ان علماء سے ہی استفسار کیوں نہ کیا، ان سے وضاحت کیوں نہ چاہی! سیدھے حرمین کیوں پہنچے؟ اصل اردو عبارت ان علماء کے سامنے کیوں نہ رکھی جو اردو جانتے تھے اور عربی ترجمہ کرانا خود کیوں کیا؟ کسی غیر جانبدار زبان دان سے کیوں نہ کرایا؟ اور عربی علماء پر غلط اعتقاد کے الزامات لگا کر انھیں مسلمانوں کا سرغنہ کیوں بنا دیا، اور پھر یہ سارا کام اس قدر عجلت سے کیوں کیا گیا؟ اور پھر اس تحریر کی تشہیر سے تفریق بین المسلمین کی ترغیب ([illegible]) اور تائید۔ آخر اتنا بڑا کام کیوں تھا کہ اس پر زندگی کے ہر پہلو [illegible]؟ اور پھر جب علماء دیوبند کی طرف سے ان عبارات کی تشریح کی گئی اور ان خیالات سے بیزاری کا اظہار کیا گیا جو ان عبارتوں کے ذریعے سے ان علماء کے ذمے لگائے گئے تھے تو اس بات کی ضرورت تھی کہ اب اس پر [illegible] اختلاف کو بحال رکھنے میں آخر کون سی خدمت اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی تھی؟ تفریق بین المسلمین کی اس کاروائی کے پیچھے اگر خیر کی [illegible] تو اس تفریق پر ان اعلانات پر احمد رضا خاں صاحب کو آخر اتنا اصرار کیوں تھا!

اس وقت ان سوالات کی وضاحت اور ان کے پیچھے کے عوامل کی بحث نہیں، یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ [illegible] کے بعد تفریق بین المسلمین کی یہ خدمت مولوی احمد رضا خاں کے سپرد ہوئی اور جس طرح [illegible] بنا کر نہیں [illegible]

---

؎ سوانح اعلیٰحضرت صفحہ [illegible]

مولوی احمد رضا خاں بھی مسلمانوں کو بیدین سمجھ کر کافر قرار دیتے تھے آپ نے علماء کے بارے
میں ایک فتویٰ جاری فرمایا ۔

" وہابی امام ہو یا کتاب وہابی لکھے اگرچہ اس پر ہو سکے چونکہ
وہاں سے پڑھانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہذا احتراز لازم ہے[1]"

مولوی احمد رضا خاں نے تو قرآن ہی اس کے بعد جو شدت اختیار کی ۔ بتاتی ہے کہ
اس کے پیچھے کسی بندے کو کرنے سے بھی اس عالم کا اعتقاد تھا ۔ مولوی صاحب کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ کیجیے
جس میں آپ دیوبندیوں کے کفر میں شک کرنے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

" وہابی شیعہ اس سے بدتر ہے کہ اس کی ولایت ، اس کا ذبیحہ اپنے سے منسوب کر کے اس سے محفل
اس کی اہانت ، اس کا ذبیحہ مردار ہے اور قیر حرام ، اس سے سلام کرنا
حرام ، اس کے پاس بیٹھنا حرام ، اس کے ساتھ کھانا پینا حرام ، اس کے ساتھ
شادی بیاہ حرام ، اور قربت زنا خالص اور بیمار پڑے تو پوچھنے جانا حرام ، مر
جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت حرام مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام اس
پر نماز جنازہ حرام بلکہ کفر ، اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا ، اس کے جنازے
کی مشایعت حرام ، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام ، اس کی قبر پر کھڑا ہونا
حرام ، اس کے لیے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر[2]"

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہاں کیا ہر ہر لفظ حرام کی گردان کی ہے ۔ آپ اس حد
تک مسلمانوں کو بے دینی اور کافر ہونے کے ساتھ دیوبندیت کے فتوے کی یہ گردان کہ ہمارے عوام
کانوں سے بھی سنیں گے ۔

مولوی فضل رسول بدایونی حضرت شاہ عبدالعزیز کے قریب العہد ہونے کی وجہ سے

---

لہ احکام شریعت مولانا احمد رضا خاں حصہ دوم ص ۱۱۶ لہ عرفان شریعت ص ۳

اہلِ سنت والجماعت مسلمانوں کے دو طبقے نہیں بن سکتے تھے۔ ابھی اس خاندان کی علمی عظمت اور مرکزی حیثیت پوری طرح قائم تھی۔ مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا ان بزرگوں کی یاد کمزور پڑتی گئی اور یہ وقت آیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب (۱۳۴۰ھ) بقول جناب قاری احمد پیلی بھیتی مسلمانوں کے دو طبقے بنانے کے اس مقصد کو پورا کر گئے۔ قاری جی لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا خاں پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبِ فکر قائم ہو گئے۔[1]

تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کو کافر کہنے کی جرأت مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بھی نہ ہوئی کیونکہ ابھی تک اس علمی خاندان کا اقتدار باقی تھا۔ پس سید صاحب میں ترکی و حبشہ کے ایمان ابھی تک اسی میدان کے ماحول سے گونج رہے تھے اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی یادیں کسی وجہ میں لوگوں کے دلوں میں تازہ تھیں۔ دو احادیث دہلی کے فیض یافتگان جب بیدار حال ہوئے تو مولانا احمد رضا خاں کی ساری تکفیر ان کے خلاف خوب گرمی اور ایسی گرمی کہ اب تک یہ مشق جاری ہے۔ جو مولوی صاحبان اس تکفیر کی مشق کرتے رہے ہیں وہ اس کام کا مولوی احمد رضا خاں صاحب کو مجدد گردانتے ہیں اور ان کے نام سے یہ تحفۂ تکفیر ہر گوشہ سنی مسلمانوں کو دو گروہ بنا گئے ہیں۔ بعد حق یہ ہے کہ دونوں ہی فریق اصولاً اہلِ سنت تھے۔ بیرونی وضع سے یہ ہر دو بند کے پیرو کار سمجھے ہیں:

"اس بارے میں مولانا اعلیٰ اللہ کا سب سے ... کہ الملک بھی اہل السنت والجماعت کا آپس میں اختلاف ہے جس نے فریقین مختلف نہیں۔ جن میں ... دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی، حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت و ختمِ نبوت، قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریاتِ دین میں کلی موافقت ہے۔[2] مولوی احمد رضا خاں علماء دیوبند کی تحریرات کو غلط معنی پہنا کر ... کر گئے

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی ص ... [2] ... ہیں۔ علماء سے متعلقین میں کافر ... کو بھی کافر کہیں کہ ... (تمہید ایمان ص ...) [3] ضیاء القرآن جلد ۱ ص ...

اور آپس کے ادغام و تقسیم سے بات حل ہو جاتی کہ اُمت کے دو علماء برگزیدہ تھے لیکن افسوس کہ مولوی
صاحب نے خود حنفیوں سے ترین عبارت کا ذکر نہ کیا اور ان اُردو عبارت کرنے کو بڑا بعض
دوران گفتگو کے پاس پہنچے جو اُردو نہ جانتے تھے۔ اس صورت حال سے چونکہ چاہتے تھے کہ اصل بات عربی تحریر
تحریل کرنے کی بجائے اُمت کے دو علماء بنانے مقصود تھے اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے والے
خاندان کو بدنام کر کے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے کی انگریزی خدمت مقصود تھی۔

## ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ

جس طرح قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے پوری جرأت ایمانی سے
ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی پوری جرأت بلکہ بے باکی سے ظلم
ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور انگریزی دور میں اعلیٰ حضرت معروف ہوئے۔ آپ کا فتویٰ بھی سنیے:

"ہندوستان بحمدہٖ تعالیٰ دارالاسلام ہے"[1]

اس وقت تفصیل کا موقع نہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے چیدہ مسلمانوں کو
آپس کے مناظروں میں الجھانا تھا اور الزامات کی آڑ میں کفر و ارتداد کی مشین چلانی تھی اور مسلمان آپس میں اس
طرح بٹے کہ مولانا احمد رضا خاں کی بے تعبیروں کے چرچے ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے
الزامات آوروں کی تردید بار بار ہو چکی ہے اور جو عقیدہ کسی کے ذمے لگایا جائے وہی خود اس کا انکار
کرے تو اس الزام میں کیا جان رہ جاتی ہے۔ تحریر ذکر کے جواب کا انتظار آگے ملاحظہ کیجئے۔

## محدثین دہلی کے نقشبندی سلسلے پر عتاب

محدثین دہلی کا بیعت و ارشاد کا سلسلہ زیادہ تر نقشبندی تھا۔ مشائخ نقشبندی کا ذکر کیا ہے

---

[1] احکام شریعت حصہ دوم صہ ۱۸۱

از افادات عالیہ
امام اہلسنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت
عظیم البرکۃ قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مسمیٰ بنام تاریخی

# اعلام الاعلام
بان
# ہندوستان دار الاسلام

باہتمام
جناب مولٰنا مولوی محمد ابراہیم رضا خان
صاحب خلف اکبر حضرت [illegible] سجادہ
آستانہ عالیہ رضویہ دامت
برکاتہم

کے سخت خلاف تھے اس لیے مولوی احمد رضا خاں کو نقشبندی سلسلے کے بزرگ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) سے بھی کد تھی انھوں نے جہاں کہیں آپ کا ذکر کیا ہے کہیں آپ کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں لکھا اور انھیں اپنے بزرگوں میں بھی تسلیم نہیں کرتے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں :

"کوئی مجدد یہاں کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے[۱] ہم اپنے شیخ کے قدم پر ہیں جس نے جو بتایا وہ صحیح ہوش مند بتایا، حضرت کے زمانے سے کہ تمام جہاں کے شیوخ نے مجدد الف ثانی کے پیچھے ظاہر کر رہے ہیں کہ مجدد الف ثانی (نقشبندی) نے اور ان کی تعلیمیں دوسرے سے ہو رہی ہیں، ناواقفی کا حکم نہیں ہے"[۲]

مولانا احمد رضا خاں پھر ایک جگہ حضرت سے انھیں خاندان دہلی کا بڑا لکھتے ہیں :-

تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت[۳]

اس انداز کلام سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں حضرت مولانا اسمٰعیل شہید کے ہی خلاف نہ تھے بلکہ پورا خاندان دہلی ان کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا اور ان کو ہی نہیں ان کے سب بزرگان و مشائخ کو بھی غیر آنکھوں سے دیکھتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پورے خاندان سے علم و معرفت کے چشمے جاری تھے۔ توحید و سنت کی حمایت میں ان کا نقطۂ نظر ایک سا تھا اور ان کی تحریک تبلیغی

---

۱ ۔ گویا مجدد الف ثانی آپ کے کچھ نہیں لگتے وہ جس کے ہیں وہ ان کو جانے معلوم نہیں مولانا احمد رضا خاں کو حضرت مجدد الف ثانی سے یہ بغض کیوں تھا۔

۲ ۔ کیا حضرت مجدد الف ثانی کے دور سے حضرت شاہ ولی اللہ تک مجدد تھے اور کیا سب بے ہوش کا مجمع تھے (معاذ اللہ) حضرت کی شان میں کس قدر گستاخی ہے۔ — الکاتب

۳ ۔ ملفوظات مولوی احمد رضا خاں حصہ سوم ص ۶۳ مطبوعہ ... الشاہ ص ۶

سنت سے محبت اور بدعت سے نفرت کا جو مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی سے ملا ہی ہوا تھا اور یہی نقشبندی شیوخ تھے جو ہندوستان میں شریعت کے چشمۂ صافی کے گدلے پڑنے سے بچاتے رہے تھے اور ایک ایک بدعت کا انکار کرتے رہے تھے۔ مولانا احمد رضا خان کو اس خاندان سے حضرت مجدد الف ثانی کی شخصیت سے کوئی عقیدت نہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے ان اکابر دہلی کی مخالفت سے سنت کی نصرت نہیں کی بدعات کو فروغ دیا ہے۔

بغداد و حدیث میں بکھرے گھرانے کی پہچان اور کتاب و سنت کی صحیح تعبیرات ورفعت ہندوستان میں اس گھر کی پہلے سے وابستگی تھی اس خاندان کی مخالفت شاہراہ اسلام سے بغاوت اور اقتدار کی طرف ایک نیا قدم تھا۔ مولانا حالی سرزمین دہلی کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

اے جہاں آباد اے سلطان کے دارالعلوم — اے کہ تھی علم و ہنر کی تیرے یک عالم میں دھوم
تھے ہنرور تجھ میں ایسے جیسے گردوں پہ نجوم — تھا اگا مشرق تیرا اور مغرب سے تا شام و روم

زیب دیتا تھا لقب تجھ کو جہاں آباد کا
نام روشن تجھ سے تھا عہد قطب و بغداد کا

تیری ملت میں دولت تھا دارالعلم الزماں — جیسے ای تجھ میں تھے عالم نہ تھے ایسے کہیں
ہند میں جو تھا محدث تھا وہ تیرا خوشہ چیں — تھی حدیث خیر رسل پا تخت تیرے سرزمیں

تھا فقہ بھی مسلم تیری خاک پاک کا
ریختی وقت تھا اک اک فقیر اس خاک کا

شاذ و نادر تھا تصوف میں کوئی تیرا نظیر — آب و گل کا تیرے تھا گویا تصوف سے خمیر
تیرے کھنڈروں میں پڑے سوتے ہیں وہ بدر منیر — تھا کبھی انوار کے جن کے زمانہ مستنیر

آج بھی دولت کا بازار جہاں میں کال ہے
تیرا قبرستان اس دولت سے مالا مال ہے